© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

حیدرآباد میں چار دن

گذشتہ مہینہ تقسیم کے بعد پہلی مرتبہ حیدرآباد جانے کا اتفاق عثمانیہ یونیورسٹی کی ایک ضرورت
سے ہوا تو یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ اگرچہ انقلاب کے اثرات در و دیوار سے ظاہر ہیں لیکن حیدرآباد
کی تہذیبی و تمدنی۔ اور علمی و ادبی روایات بدستور قائم ہیں اور اس بناء پر آج بھی اُس میں وہی کشش
اور عظمت ہے جو پہلے تھی۔

۱۶ر جون کو سہ پہر میں پہنچا اور مولانا سید فضل اللہ شاہ صاحب کا مہمان ہوا تو معلوم ہوا
کہ میرے چہار روزہ قیامِ حیدرآباد کا پروگرام جو تقریروں اور دعوتوں پر مشتمل تھا پہلے ہی بن چکا ہے۔
چنانچہ اس پروگرام کے مطابق ۱۷ر کی شام کو ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور کی دعوت پر اُن کی
کوٹھی پر ارکانِ ادارہ ادبیات اُردو کے ساتھ چائے پی اور پھر ڈاکٹر صاحب نے مع اور چند ارکان کے ادارہ
کے تمام صیغوں کا معائنہ کرایا۔ ادارہ اپنی گوناگوں اور ٹھوس ادبی خدمات کی وجہ سے ہند و پاک کا
ایک نہایت موقر اور وقیع ادارہ ہے لیکن اس کے مختلف شعبوں کو دیکھنے کے بعد تو حیرت کے
ساتھ مسرت کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ قدیم مخطوطات، سکے، مکاتیب، تصاویر، کتبات؛
اردو زبان و ادب کے عہد بعہد نشو و نما سے متعلق مختلف چارٹ اور نقشے۔ غرض کہ تاریخ اور
ادبِ اردو پر ریسرچ کرنے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اُن میں سے کوئی چیز ایسی
نہیں تھی جو یہاں موجود نہ ہو اور حسنِ سلیقہ سے رکھی ہوئی نہ ہو۔ اس کے علاوہ ادارہ کے کام
خود نوع در نوع ہیں۔ اب تو ادارہ نے اُردو کے مصنفوں اور ادیبوں کی ایک نسل پیدا کر دی
ہے جو زبان و ادب کی قابلِ قدر خدمات انجام دے رہی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا کرایا ایک ہی شخص یعنی ڈاکٹر زور کا ہے - موصوف میں جہاں تحقیق اور تصنیف وتالیف کی اعلیٰ صلاحیت ہے ساتھ ہی تنظیمی قابلیت بھی بلند درجہ کی ہے، وہ خود بھی کام کرتے ہیں اور دوسروں سے کام لینا بھی خوب جانتے ہیں - آج کل بڑے سلیقہ اور شوق سے ادارہ کی اپنی بلڈنگ بنوا رہے ہیں - یہ بلڈنگ موجودہ پلان کے مطابق مکمل ہوگئی تو سچ مچ اُردو محل ہوگی - حیدرآباد کے مشہور اہل قلم نصیر الدین صاحب ہاشمی اور بعض مشاہیر حیدرآباد سے بھی چائے پر ملاقات ہوئی اور دیر تک گفتگو رہی - اسی روز شب میں چوک کی مسجد میں تقریر کا اعلان ہو چکا تھا لیکن ٹمپریچر ہو جانے کی وجہ سے اس کو منسوخ کرنا پڑا - بعد میں معلوم ہوا کہ لوگ دور دور سے بڑی تعداد میں آئے تھے اور جب میں نہیں پہنچا تو مجھ کو برا بھلا کہتے ہوئے واپس ہوتے والعلم عند اللہ!

۱۸ ار کو اکاڈمی آف اسلامک اسٹڈیز کے زیر اہتمام "ہم انسانیت کی بہترین خدمت کس طرح کر سکتے ہیں" کے موضوع پر تقریر ہوئی جو شام کے چھ بجے سے سات بجے تک ایک گھنٹہ جاری رہی اکاڈمی حیدرآباد کے ارباب علم کی خاص انجمن ہے چنانچہ اس جلسہ میں بھی یونیورسٹی کے ممتاز ہندو مسلم اساتذہ اور دوسرے ارباب علم کا بڑا اچھا منتخب اجتماع تھا - یونیورسٹی میں معاشیات کے استاد ڈاکٹر سید معین الدین قادری اکاڈمی کے جنرل سکریٹری اور ڈاکٹر سید عبداللطیف اس کے صدر ہیں اکاڈمی مقالات اور مذاکرات کی ماہانہ نشستوں کے علاوہ تصنیف وتالیف کے ذریعہ بھی انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ میں اسلامیات کا علمی ذوق پیدا کرکے مفید خدمات انجام دے رہی ہے یہاں جو تقریر ہوئی تھی وہ صرف خواص کے سامنے تھی - ۱۹ر کو مغرب کے بعد سکندرآباد کی جامع مسجد میں رحمۃ للعالمین کے موضوع پر ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی - اس اجتماع میں عوام اور خواص دونوں کا کثیر مجمع تھا افسوس ہے کہ اس دور میں بھی حیدرآباد میں دیوبندی اور بریلوی اختلافات کی بڑی گرم بازاری ہے چنانچہ جب میری تقریر کا اعلان ہوا اور لوگوں کو معلوم ہوا کہ میں دیوبند سے نسبت رکھتا ہوں تو اُن میں بڑی چہ میگوئیاں ہوئیں اور طرح طرح کی باتیں کہی گئیں - لیکن الحمدللہ! تقریر کے بعد جیسے گویا مطلع صاف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوگیا جو حضرات دیوبندی مسلک سے اختلاف رکھتے ہیں انھوں نے بھی مصافحہ کیا اور تقریر کی تعریف کی وجہ یہ ہے کہ میری تقریر ہمیشہ اسلام کی اصولی اور بنیادی تعلیمات پر ہوتی ہے۔ فروعی اور جزئیاتی مسائل سے میں تعرض نہیں کرتا۔

عثمانیہ یونیورسٹی کو حیدرآباد پہنچتے ہی دیکھ لیا تھا۔ یہاں اب ذریعۂ تعلیم بجائے اُردو کے انگریزی ہے گویا

میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلماں ہوگیا

ہندی اور کوئی علاقائی زبان اس لایق نہیں تھی کہ یونیورسٹی میں ذریعۂ تعلیم بن سکے۔ لیکن بہرحال سالہائے دراز کے کامیاب تجربہ کے باوجود اردو کو برداشت کیا نہیں جاسکتا تھا اس لئے جو پورے ملک میں کہیں نہیں ہوا وہ یہاں ہوگیا یعنی اُردو کو ہٹا کر انگریزی کو اُس کی جگہ دے دی گئی

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

اس کے علاوہ شعبۂ دینیات کا نام بدل کر مذہب و ثقافت رکھ دیا گیا ہے اور اب اسلامی دینیات کے ساتھ ایشیا کے مختلف مذاہب کی دینیات کی بھی تعلیم ہوتی ہے یہ عجب اتفاق ہے کہ جس وقت میں یونیورسٹی پہنچا اُسی وقت مولانا سید فضل اللہ شاہ صاحب شعبۂ مذہب وثقافت " کی صدارت سے سبکدوش ہورہے تھے اور ڈاکٹر یوسف الدین صاحب اُس کا چارج لے رہے تھے ۱۹۴۸ء میں جب میں پہلی بار حیدرآباد گیا تھا تو یونیورسٹی میں ہر طرف ترکی ٹوپیاں اور شیروانیاں نظر آتی تھیں۔ آج کل وہ بات نہیں ہے۔ لباس اور وضع قطع میں یکسانیت باقی نہیں رہی اُردو اگرچہ یونیورسٹی میں ذریعۂ تعلیم نہیں ہے لیکن بعض کالجوں میں اب بھی ہے۔ آصفیہ لائبریری جس کا نام اب سنٹرل اسٹیٹ لائبریری ہوگیا ہے کئی مرتبہ جانا ہوا۔ ایک دن لائبریری کے شعبۂ مخطوطات میں کتابیں دیکھ رہا تھا کہ مس سمینہ شوکت سے ملاقات ہوئی یہ اُردو میں فرسٹ کلاس ایم۔اے ہیں اور آج کل پی۔ایچ ڈی کے لئے مقالہ لکھ رہی ہیں گفتگو سے کافی ذہین اور صاحبِ ذوق و نظر معلوم ہوتی ہیں کتب خانہ سعیدیہ جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر یوسف الدین صاحب کے خاندانی کتب خانہ کا صرف ۱/۴ حصہ ہے اس کو بھی دیکھا۔ اس میں پانچ ہزار عربی کے اور ایک ہزار فارسی کے مخطوطات ہیں اور پھر بڑی بات یہ ہے کہ بعض کتابیں خود اصل مصنف مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں اور بعض کتابیں وہ ہیں جن میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی ایسے نامور بزرگوں نے کئی کئی مرتبہ درس دیا ہے وقت کی کمی کا بہت افسوس رہا کتب خانہ کے محافظ اور کارکن دونوں بڑے خوش سلیقہ ہیں اور کتب خانہ کو جان و دل سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں سر سالار جنگ کا کتب خانہ اور میوزیم بھی دیکھا۔ اللہ اکبر، دونوں چیزیں کس قدر عظیم الشان اور بلند مرتبہ ہیں اگر مقدور ہو تو بس!

نرگس کی آنکھ سے تجھے دیکھا کرے کوئی

یہاں کیا کیا دیکھا اور کیا کیا محسوس کیا؟ اس کو قلم بند کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے اس لئے اور کچھ کیا لکھا جائے، اگر کسی شخص نے حیدر آباد جا کر اس میوزیم اور کتب خانہ کو نہیں دیکھا تو اُس کی بد ذوقی میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا! اس وقت میوزیم میں جو سامان ہے اُس کی قیمت کا اندازہ ۷۵ کروڑ روپیہ کیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ سامان صرف ۱/۴ حصہ ہے اُن چیزوں کا جو سالار جنگ مرحوم نے دنیا کے کونہ کونہ سے جمع کی تھیں ابھی دو حصہ سامان غیر مرتب پڑا ہوا ہے اور میوزیم کی زینت نہیں بنا۔ اسی سلسلہ میں زنانہ کالج بھی جانا ہوا، یہ کالج اب سابق انگریز ریذیڈنٹ کے عالی شان محل میں منتقل ہو گیا ہے اس کی پرنسپل ہمیشہ کوئی انگریز خاتون ہوتی تھی مگر اب ڈھائی برس سے ڈاکٹر شری دیوی ایک ہندوستانی خاتون اس عہدہ پر فائز ہیں۔

موصوفہ نہایت لائق و قابل اور بڑی خوش اخلاق و شگفتہ مزاج خاتون ہیں۔ انگریزی کی تو مشہور مقررہ ہیں ہی اُردو بھی بہت اچھی بولتی ہیں۔ بڑے اخلاق سے پیش آئیں، پورے کالج کا معائنہ کرایا۔ ایک ایک شعبہ دکھایا۔ کالج کے اسٹاف کی دوسری ممبر خواتین سے ملاقات کرائی اس کالج میں آرٹس۔ سائنسی میڈیکل گروپ۔ عربی۔ فارسی۔ اُردو، ہندی، تلنگو وغیرہ نو زبانوں کی تعلیم کا انتظام ہے۔ پھر ذریعۂ تعلیم اُردو اور انگریزی دونوں زبانیں ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس لئے اسٹاف بہت وسیع ہے اور استانیاں ایک سے ایک قابل ہیں، پرنسپل اور دوسری استانیوں کو اس کا افسوس رہا کیوں کہ کالج موسم گرما کی تعطیل کے بعد اُسی دن کھلا تھا اور داخلہ شروع ہو رہا تھا اس لئے وہ کالج میں میری تقریر کا بندوبست نہ کرا سکیں۔ آئندہ کے لئے بہر حال ابھی سے انھوں نے تقریر کا وعدہ لے لیا ہے۔ پورا کالج دکھانے کے بعد پرنسپل صاحبہ نے اور چند ممبران اسٹاف کے ساتھ بڑی پُر تکلف چائے سے ضیافت کی میں ان سب کا دل سے شکر گذار ہوں۔ امید قوی ہے کہ کالج موجودہ لایق وفاضل پرنسپل کے ماتحت بڑی ترقی کرے گا۔

کھڑے کھڑے تھوڑی دیر کے لئے اسلامک کلچر کا دفتر بھی دیکھا انگریزی میں اسلامیات کا یہ بلند پایہ مجلہ اب تک تو جوں توں کر کے پابندی اور باقاعدگی سے نکلتا رہا ہے لیکن آئندہ اُس کی راہ میں دشواریاں معلوم ہوتی ہیں۔ اسٹیٹ اور سنٹرل گورنمنٹ کو اس پر توجہ کرنی چاہیئے۔ دائرۃ المعارف اور ادارہ احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد کے مشہور علمی ادارے ہیں۔ ارادہ پختہ ان کے دیکھنے کا بلکہ چند کتابیں خریدنے کا بھی تھا مگر افسوس کہ وقت میں اس کی گنجائش ہی نہیں نکل سکی۔ اول الذکر ادارہ کی اگرچہ اب وہ پہلی سی بات نہیں رہی ہے چنانچہ کتابوں کی تصحیح میں وہ اہتمام نہیں ہوتا جو اس ادارہ کا طرۂ امتیاز تھا پھر دفتری نظم ونسق کا معاملہ بھی یہ ہے کہ میں نے سال گذشتہ اپنے دفتر کی جانب سے بعض کتابوں کے سلسلہ میں دو تین خط لکھے مگر ایک کا بھی جواب نہیں ملا۔ تاہم حکومت کی سرپرستی میں یہ ادارہ اب بھی قایم ہے۔ یہ بھی بسا غنیمت ہے۔

حیدر آباد کے چہار روزہ قیام میں بزرگوں اور دوستوں نے جو کرم پاشی کی ہے بفحوائے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اُس کا تذکرہ بھی میرا اخلاقی فرض ہے مولانا سید فضل اللہ شاہ صاحب مولانا مونگیریؒ صاحب خانقاہ رحمانیہ کے پوتے اور خود بلند پایہ اور وسیع النظر عالم اور صاحب ورع وتقوی بزرگ ہیں۔ مولانا نے بڑی تحقیق اور کاوش سے امام بخاری کی ادب المفرد کی شرح لکھی ہے جو مصر میں طبع ہو رہی ہے۔ صاحب علم ودرس ہونے کے ساتھ دینوی معاملات میں بھی بڑی سوجھ بوجھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھتے ہیں۔ چنانچہ حیدرآباد میں چمڑے کی بنی ہوئی چیزوں کا کاروبار بڑے پیمانہ پر کر رہے ہیں اور اُس کی وجہ سے بہمہ وجوہ "رئیس العلماء" کہلانے کے مستحق ہیں۔ عرصہ دراز سے اس ناچیز کو مولانا کی شفقتِ بے غایت کا شرف حاصل ہے۔ لیکن اس مرتبہ براہِ راست مولانا کا مہمان بننے کی سعادت حاصل ہوئی تو مولانا کی فیاضی۔ عالی حوصلگی اور غیر معمولی دل جوئی نے قدم قدم پر شرمندہ کر دیا۔ روزمرہ کے تمام مشاغل چھوڑ چھاڑ ہر وقت میرے ساتھ ہیں اور صبح سے شام تک کی ٹیکسی کے سخت گراں اخراجات میرے سخت اصرار کے باوجود خود اُٹھا رہے ہیں۔ جانتے ہیں کہ میں صبح کو ناشتہ میں صرف دو پیالی چائے اور ایک چھوٹے سے بسکٹ کے علاوہ کوئی اور چیز بالکل نہیں کھا سکتا مگر اس کے باوجود روزانہ دسترخوان پر الوانِ نعمت جمع ہو رہے ہیں؛ یہ سب کچھ لکھا تو گیا میرے ہی حساب میں لیکن کام آیا میرے رفیقِ سفر محمد اظہار الحق صاحب بی کام کے جن کو میں بطور سکریٹری لے گیا تھا اور ان حضرات کے جو صبح کے وقت مجھ سے ملنے آتے تھے میری طبیعت خراب ہو گئی تو گھڑی گھڑی مولانا دوا پلا رہے ہیں۔ شب میں دو بجے تین بجے اُٹھ کر میری نبض دیکھ رہے ہیں۔ ہوا سرد ہو گئی تو چادر اُڑھا رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ کے فضل و کرم سے گھر میں نوکر چاکر سب موجود ہیں مگر میرا ہر کام خود کر رہے ہیں۔

اللہ اکبر! یہ تصوف کا ذوقِ لطیف بھی انسان کو کیا سے کیا بنا دیتا ہے۔ پھر اگر صوفیائے اسلام کو دیکھ کر ہی کافر مسلمان ہو گئے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ میں ہیچمیرز مولانا اور مولانا کی رابعہ فطرت اہلیہ محترمہ کا کیا شکریہ ادا کر سکتا ہوں۔ بس اللہ رب العلمین دونوں کو میری طرف سے اس خلاص و محبت کا اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر میر ولی الدین عثمانیہ یونیورسٹی میں صدر شعبۂ فلسفہ ہیں اور تصوف پر اپنے مقالات اور تصنیفات کی وجہ سے ہند و پاک میں مشہور ہیں۔ حد درجہ مخلص اور شریف ہیں۔ دیرینہ تعلق کے باعث کئی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ ۱۸ کی شام کو طعام شب پر یونیورسٹی کے متعدد اساتذہ اور دوسرے اربابِ علم کے ساتھ مدعو کیا تھا؛ یہ مجمع بڑا منتخب تھا۔ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیر تک علمی مذاکرہ رہا۔

سید مظہر احسن صاحب گیلانی ایم۔ اے مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کے برادر خورد اور عثمانیہ یونیورسٹی میں معاشیات کے استاذ ہیں مولانا گیلانی کے ساتھ ہم لوگوں کو جو تعلق تھا اُس کی وجہ سے بالکل برادرانہ گرم جوشی اور محبت سے پیش آئے۔ ۱۷ ر کو طعام شب پر پہلے سے مدعو کر رکھا تھا پرنسپل عبد القادر۔ شری دلیش پانڈے کنٹرولر آف اکزامینیشنز اور پرنسپل متیاز علی وغیرہ اصحاب بھی مدعو تھے اس لیئے ان حضرات سے خوب بات چیت رہی اور طبیعت محظوظ ہوئی۔ ڈاکٹر راحت اللہ خاں ایم۔ اے ڈی فل میرے دیرینہ حمیم صمیم اور مخلص دوست ہیں سینٹرل اسٹیٹ لائبریری (سابق آصفیہ) کے لائبریرین اور بڑے باوضع انسان ہیں ان سے بار بار ملاقات رہی اور ایک دن پنچ اور ۱۹ ر کو عشائیہ (ڈنر) انھیں کے ہاں کھایا۔ محترمہ سعید جہاں بیگم حیدرآباد کے ایک ممتاز خاندان کی چشم وچراغ ہیں۔ اُردو کے ساتھ عربی میں فرسٹ کلاس ایم اے ہیں اور کامل التفسیر بھی ہیں پھر ان سب پر مستزاد یہ کہ عشرہ قرأت کی ماہر ہیں۔ پہلے حکومت کے محکمۂ تعلیم میں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز تھیں اب اُس سے مستعفی ہو کر لڑکیوں اور عورتوں کو تجوید وقرأت کی تعلیم وتدریس کی خدمت انجام دے رہی ہیں اور یونیورسٹی سے پی۔ ایچ ڈی بھی کر رہی ہیں۔ ازراہ کرم خود میرے قیام گاہ پر آئیں اور بڑے اصرار کے ساتھ کھانے پر مدعو کر گئیں۔ چنانچہ ۲۰ ر کو جمعہ کی نماز کے بعد موصوفہ کی کوٹھی پر پُر تکلف کھانا کھایا یہیں کھانے پر آں محترمہ کے والد ماجد جناب محمد ابراہیم صاحب ان کے بھائی جناب محمد الیاس صاحب ایڈوکیٹ۔ قاری بسم اللہ بیگ صاحب۔ خواجہ محمد احمد صاحب ایم۔ اے اور دوسرے حضرات سے ملاقات ہوئی۔ کھانے سے فراغت کے بعد میری درخواست پر محترمہ سعید جہاں بیگم نے عشرہ قراآت سنائیں۔ اول تو عشرہ قراآت اور پھر وہ بھی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون کی زبان سے! یہ زندگی میں میرا پہلا تجربہ تھا۔ طبیعت بے حد متاثر اور محظوظ ہوئی اور بے ساختہ دل سے دعا نکلی کہ خدا اپنی برکتیں نازل فرمائے اُس گھرانہ پر جس میں قرآن مجید کے ساتھ شغف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھنے والی ایسی خاتون ہو۔ یہ پورا گھر شرافت و نجابت اور اعلیٰ تہذیب و ثقافت کا مظہر ہے
قاری بسم اللہ بیگ صاحب جن کا ذکر اوپر آیا حیدرآباد کے نامور قاری ہیں پہلے فوج میں بریگیڈیر
تھے اب اُس سے سبکدوش ہو کر شب و روز فن تجوید کی خدمت میں مصروف ہیں۔ سعید جہاں
انھیں کی شاگرد ہیں۔ جناب قاری صاحب سے یہ سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ آج کل حیدرآباد
میں تین سو فن تجوید کے ماہر مرد و عورت ہیں جو مردوں اور عورتوں کو قرأت کی تعلیم دے رہے
ہیں۔ اللّٰھم زد فزد۔ ہمارے اطراف میں جگہ جگہ ناچ اور گانا اور حیدرآباد میں تجوید کا یہ عام ذوق!
یہ حیدرآباد کے مسلمانوں کے روشن مستقبل کی دلیل ہے۔ خدا اُن کا حامی و ناصر اور کفیل ہو۔

ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب اردو اور انگریزی دونوں زبانوں کے نامور ادیب اور مصنف ہیں ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کے برادر خورد تو ہیں ہی صورت اور سیرت میں بھی اُن کے مثنیٰ ہیں۔ عثمانیہ یونیورسٹی میں پالیٹکل سائنس کے پروفیسر تھے۔ اب اس سے سبکدوش ہو کر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے پرو وائس چانسلر ہو کر جا رہے ہیں موصوف نے مولانا سید فضل اللہ صاحب کی معرفت ۱۹ر کی شام کو چار پر مدعو کیا۔ دیر تک علمی اور مذہبی مسائل پر گفتگو رہی۔ ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی جوبلی ہل پر ایسے عمدہ موقع سے ہے کہ جی میں آیا کہ اگر ڈاکٹر صاحب مجھ کو اپنے یہاں قیام کی دعوت دیں تو چاہے کچھ ہو جائے حیدرآباد میں پانچ چھ دن قیام کی اور گنجائش نکال لوں۔ اردو زبان کے نامور ادیب اور مصنف پروفیسر عبدالقادر سروری میرے دیرینہ کرمفرما اور دوست ہیں۔ اُن سے کئی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ اور بڑے اخلاص اور محبت سے پیش آئے ہرچند اُنھوں نے کوشش کی میرے پروگرام میں کسی طرح ایک وقت اُن کے ہاں کھانا کھانے کی گنجائش نکل آئے۔ مگر ممکن نہ ہوا اور خود مجھ کو بھی اس کا افسوس ہے کہ میں ان کے مکان پر چند منٹ کے لئے بھی حاضر نہ ہو سکا۔

عثمانیہ یونیورسٹی کے شعبۂ دینیات اور مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ نے حیدرآباد میں جو ایک نئی نسل ایسے لوگوں کی پیدا کی ہے جو علومِ جدیدہ کی اعلیٰ ڈگریاں رکھنے کے ساتھ علوم اسلامیہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

و دینیہ کے بھی مُبصِّر اور مُحقِّق ہیں اور یہ صرف علماً نہیں بلکہ عملاً بھی۔ ڈاکٹر یوسف الدین صاحب اس نسل کے گلِ سرسبد ہیں عمر چالیس سے زیادہ نہیں ہوگی مگر اب تک انگریزی اور اردو میں متعدد اہم علمی کتابیں لکھ چکے ہیں آج کل مسند عبدالرزاق کو اڈٹ کر کے خود اس کی اشاعت میں منہمک ہیں مولانا گیلانی اور ان کے واسطہ سے حضرت الاستاذ مولانا سید انور شاہؒ کے گویا نام کے عاشق ہیں۔ میری ان کی صرف ایک سرسری ملاقات کئی برس ہوئے کلکتہ میں ہوئی تھی۔ لیکن علمی۔ روحانی اور معنوی تعلق کی وجہ سے اس مرتبہ حیدر آباد میں اس خلوص و محبت کا معاملہ کیا کہ میں اُس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ کئی بار قیام گاہ پر تشریف لائے۔ اکثر تقریبات میں شریک رہے اور پھر یونیورسٹی سے رخصت لے کر ایک دن تو مسلسل چھ سات گھنٹے ساتھ رہے۔ موصوف ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے بھتیجے ہیں۔ یہ خاندان کس قدر خوش نصیب ہے جس میں بیک وقت علوم جدیدہ کے ساتھ علومِ اسلامیہ کے ماہر۔ اور عملاً دین کے سچے خادم دو دو شخص پیدا ہو گئے ہیں اور مشرق و مغرب کی علمی دنیا میں اسلام کا نام روشن کر رہے ہیں۔ بارک اللہ فی اعمارہم و اعمالہم

خواجہ حمید الدین شاہد ایم۔ اے چادر گھاٹ کالج میں لکچرر ادارۂ ادبیات اردو کے رکنِ رکین اور اردو کے ادیب و صاحبِ قلم ہیں۔ سراپا خلوص و محبت ہیں۔ میرے ساتھ اس طرح ملتے تھے کہ گویا ان کے گھر میں عید آگئی ہے۔ روزانہ کئی کئی گھنٹے ساتھ رہے اُن کا متبسم چہرہ اور جذباتی انداز میں اظہارِ محبت اب بھی رہ رہ کر یاد آتا ہے۔ خدا ان کو خوش رکھے اور سکونِ قلب عطا فرمائے۔

ان حضرات کے علاوہ مولانا محمد علی حیدر آبادی۔ مولانا محمد حامد صدیقی۔ مولانا سید حسین قادری شوؔر ایم۔ اے۔ محمد جمال شریف صاحب ایم۔ اے۔ جناب عبدالوہاب صاحب بی۔ اے۔ مولوی محمد نعیم صاحب کا بھی صمیمِ قلب سے شکر گذار ہوں کہ برابر کرم فرماتے رہے اور تشریف لاتے رہے۔ حیدر آباد کے بزرگوں میں مولوی عبدالرحمٰن خاں صاحب صدر حیدر آباد اکاڈمی۔ پروفیسر ہارون خاں شیروانی۔ مولانا حکیم مقصود علی خاں صاحب۔ حکیم الشعرا حضرت امجد سے دیرینہ تعلق نیازمندی کا ہے۔ اس لئے اس بھاگ دوڑ میں کھڑے کھڑے ان کے ہاں بھی حاضری دی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ حضرات اب زندگی کی بہاریں لٹا کر اس کے دورِ خزاں سے گذر رہے ہیں۔ امجد صاحب تو آنکھوں سے بھی معذور ہو گئے ہیں۔ حکیم صاحب انقلابِ روزگار کی خاموش تصویر بن کر رہ گئے ہیں البتہ صد آفریں ہے مولوی عبدالرحمٰن خاں صاحب اور پروفیسر شیروانی کو کہ اس ضعیف العمری میں بھی برابر علمی کاموں میں مصروف ہیں اور اُن کا ایک لمحہ بے کار نہیں۔ پروفیسر صاحب نے بڑا کرم فرمایا کہ اکاڈمی میں میری تقریر میں بھی موجود تھے۔ اور پھر اسٹیشن پر الوداع کہنے بھی آئے تھے۔ اگرچہ راستہ میں موٹر کے خراب ہو جانے کی وجہ سے اسٹیشن پر اُس وقت پہنچے جب کہ ٹرین روانہ ہو چکی تھی۔ مولانا حمید الدین قمر سنبھلی میرے بچپن کے ساتھی اور دوست ہیں۔ لیکن اُن سے ملاقات صرف ان دو جلسوں میں ہوئی جن میں میری تقریر تھی معلوم نہیں کیوں کچھ شرمائے شرمائے اور لجائے سے رہے۔

اب کہ یہ داستان ختم ہو رہی ہے اپنے چند تاثرات کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے۔ میں نے نامی گرامی مسلم اداروں میں دیکھا ہے کہ کسی تقریب یا جلسہ کے موقع پر اگر عصر یا مغرب کی نماز کا وقت آگیا ہے تو دو چار نمازیوں نے اٹھ کر فریضۂ خداوندی ادا کر لیا ہے اور باقی لوگ یونہی بیٹھے رہے ہیں۔ لیکن حیدر آباد میں دیکھا کہ اکاڈمی کے جلسے میں میری تقریر نماز مغرب کے وقت ختم ہوئی تو باقاعدہ صفیں بچھی ہوئی تھیں اور بلا استثنا ایک اونچے سے اونچے درجے کا پروفیسر بھی ایسا نہیں تھا جس نے جماعت سے نماز نہ پڑھی ہو۔ یہاں تک کہ جو خاتون شریکِ جلسہ تھیں انھوں نے بھی الگ نماز ادا کی۔ اسی طرح ڈاکٹر میر ولی الدین کی کوٹھی پر یونیورسٹی کے مختلف شعبوں کے جو اساتذہ اور دیگر حضرات موجود تھے پہلے ان سب نے جماعت سے عشا کی نماز پڑھی اور اس کے بعد کھانا کھایا۔ ظاہر ہے کہ ان حضرات میں ہر شخص پنجوقتہ نماز کا پابند نہیں ہوگا۔ لیکن اسلامی شعائر کا ادب و احترام بھی آخر کوئی چیز ہے۔ میرے خیال میں یہ سب کچھ نتیجہ ہے اس بات کا کہ عثمانیہ یونیورسٹی میں بی۔ اے تک دینیات ایک لازمی مضمون تھا اور پھر اس شعبہ کا صدر تھا مولانا گیلانی جیسا شخص جس نے انگریزی تعلیمیافتہ طبقہ میں دین کی لگن پیدا کر دی۔ اعلی اللہ مقامہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن افسوس ہے آپس کے اختلاف و افتراق سے حیدر آباد کے مسلمان بھی بچے ہوئے نہیں ہیں۔ علمار میں باہم چپقلش۔ علمار اور مشائخ میں کشمکش۔ ادارہ ادارہ کا حریف۔ اردو زبان و ادب کے کارکن ایک دوسرے سے دست و گریباں۔ اختلاف کی یہ نوعیت کسی طرح بھی مستحسن نہیں لیکن موجودہ دور میں بھی اگر باہمی رواداری کے ساتھ مل جل کر کام نہ کر سکے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ گردشِ روزگار نے اب تک ہماری آنکھ نہیں کھولی ہے اور شاید ہم ابھی کسی اور بڑے انقلاب کا انتظار کر رہے ہیں۔ افسوس ہے بہت سے حضرات جو وقتاً فوقتاً کرم فرماتے رہے اور جو اسٹیشن پر بھی الوداع کہنے کے لئے تشریف لائے تھے اُن کے نام محفوظ نہیں رہ سکے۔ تاہم ان کا اخلاص رسمی شکریہ سے بالا ہے۔ فجزاهم الله عنّی۔

۲۰ کو محترمہ سعید جہاں بیگم کے ہاں کھانا کھاتے ہی ان کے بھائی کی موٹر میں سیدھا اسٹیشن پہنچا۔ اور چار بجے کی ٹرین سے روانہ ہو گیا۔

تاریخِ ملّت کا گیارہواں حصہ

سلاطینِ ہند

جلد دوم

اس جلد میں سلاطینِ کشمیر، شاہانِ گجرات، سلاطینِ بہمنیہ، عماد شاہی، قطب شاہی، عادل شاہی وغیرہ مملکتوں کے ساتھ شاہانِ مغلیہ ظہیر الدین بابر سے لے کر بہادر شاہ ثانی کے زمانے تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ تاریخِ ملّت کا یہ سلسلہ جامعیت و اختصار کے ساتھ استناد و اعتبار کے لحاظ سے بہترین سمجھا گیا ہے۔

قیمت غیر مجلد تین روپے آٹھ آنے۔

مجلد تین روپے بارہ آنے۔

© rasailojaraid.com